وفاق المدارس......قدم بقدم

کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑادو

مدارس البنات......اہمیت، ضرورت، منافع

مولانا ولی خان المظفر (مدیر معاون الفاروق عربی)

وفاق المدارس العربیۃ پاکستان کی تاسیس پر کم سے کم ۴۰ برس کا عرصہ گذر چکا ہے۔ ترقی، وسعت اور ملک گیریت کے حوالے سے شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدھم کا دورِ نظامت وصدارت وفاق کا ایک زریں دور ہے۔ عالمیہ کے ساتھ ساتھ تحتانی درجات کا باقاعدہ امتحانی نظم ونسق، ان کے لیے اسانید کی طباعت، دورانیہ تعلیم میں وقفوں کی دوسالہ ترتیب، مرکزی دفتر کے انتظام وانصرام کی بہتری وعمدگی، مالیات کی بھرپور چیکنگ، معاصر حکومتوں سے مدارس کے دفاع کے حوالے سے پنجہ آزمائی، سب کو لے کر چلنے کا فلسفہ، سہ ماہی ''وفاق المدارس'' کا اجراء، وغیرہ وغیرہ کے علاوہ ''مدارس بنات'' کی وفاق میں منظم شمولیت والحاق اس دور کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ جس سے وفاق کے امتحانات کے شرکاء میں بھی دوگنا اضافہ ہوا ہے اور جہاں اس سے ایسے والدین جو اس پُر آشوب دور میں بھی اپنی بچیوں کو تعلیم ضرور دلانا چاہتے ہیں کے لیے بہترین درسگاہوں وتعلیم گاہوں کی سہولت فراہم ہوئی ہے، وہاں اس سے اسلامی تعلیمات، عربی اصطلاحات، علماء ومشائخ اور ان کے متعلقین ومتعلقات سے صحبت وتعلق کے ساتھ ساتھ بچیوں کی تعلیم کے سلسلے میں علماء کی طرف کی جانی والی انگشت نمائی کا عملی جواب بھی میسر ہوا ہے، جو آگے چل کر اسلامی معاشرہ میں ان کے گھریلو کردار کی بناء پر نیک وصالح ماحول قائم کرنے کا ضامن ہے۔ اس کا کریڈٹ جہاں حضرت صدر وفاق کو جاتا ہے، وہاں اس میں ان کے ساتھ ان کے رفقاء کار مثلاً بشکلِ شامل ہیں، بالخصوص حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحبؒ، حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید صاحبؒ اور اب موجودہ ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب، کہ یہ حضرات وفاق کے معاملات میں شب وروز، دامے درمے، سخنے حضرت صدر کے دست وبازو بنے جس کی بدولت اللہ جل شانہ نے وفاق کو موجودہ ترقی وسرفرازی اور مقبولیت سے نوازا۔

''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے مراکز امتحان کے نیٹ ورک پر اگر آپ ایک طائرانہ نظر ڈالیں گے، تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس شجر سایہ دار کی شاخیں ملک کے طول وعرض میں کونے کونے پر سایہ فگن ہیں۔ جس نے شہروں قریوں، بازاروں کے علاوہ دور دراز کے دیہاتوں کو اپنی آغوش میں لیا ہوا ہے۔ سبحان اللہ۔ کیا کوئی شخص آج سے پانچ دس سال قبل بلکہ بیس تیس سال قبل یہ سوچ سکتا تھا کہ دینی عربی مدارس وجامعات بنین وبنات کا اتنا بڑا جال اس ملک میں پھیل جائے گا۔ جس سے اسلامی انقلاب کے لیے بطور مشنری قلعوں اور مراکز کا کام لیا جاسکے گا! اسلامی دنیا میں جہاں مشنری اسکولوں اور رفاہی اداروں (NGOs) نے تباہی مچائی ہے، وہاں ان بے دین اداروں کی پروردہ خواتین نے مسلمان بچوں کی ذہنی تخریب اور نظریاتی پسماندگی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ خلیج کے ممالک میں خاص کر کرسچن خاداؤں نے جو گل کھلیے ہیں، یا پھر افغانستان میں امدادی اداروں بالخصوص شیلٹر ناؤ سے وابستہ سسٹرز نے جو سیہ کاری کی ہے وہ واقفان حال خوب جانتے ہیں۔ بناء بریں بنین کے مدارس کے ہمرشتہ بنات کے باقاعدہ مدارس وجامعات کی ضرورت واہمیت سے کسی طور پر بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بنات کی تعلیم وتربیت کے متعلق حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم فرماتے ہیں:

''کسی بھی قوم کی خواتین کا اس قوم کی تعلیم وتربیت میں جو حصہ ہوتا ہے، وہ کسی تشریح وبیان کا محتاج نہیں،

ماں کی گود بچے کی سب سے پہلی درسگاہ بھی ہے اور تربیت گاہ بھی، اور یہ ایسی مؤثر درسگاہ ہے کہ یہاں کا سیکھا ہوا سبق ذہن و قلب پر پتھر کے نقش سے بھی زیادہ دیرپا ہوتا ہے اور ساری عمر نہیں بھولتا۔ چنانچہ ملت مسلمہ کے لیے جتنی اہمیت مردوں کی دینی اصلاح کو حاصل ہے، خواتین کی دینی تعلیم و تربیت اس سے کسی طرح کم اہمیت نہیں رکھتی۔ ایک تو اس لیے کہ اسلامی احکام کا خطاب جس طرح مردوں کو ہے، اسی طرح عورتوں کو بھی ہے بلکہ بعض احکام ایسے ہیں جو خواتین ہی سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے اس لیے کہ "خواتین کی تربیت بالآخر پوری قوم کی تربیت کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔"

سرکار دو عالم ﷺ کا معمول بھی یہ تھا کہ آپ ﷺ کے عمومی خطابات میں تو مرد اور عورتیں دونوں ہی مخاطب ہوتی تھیں۔ لیکن کبھی کبھی آپ ﷺ خاص طور سے خواتین کو خطاب کرنے کے لیے "الگ مجلسیں" منعقد فرماتے تھے، تاکہ ان کے ذریعہ خواتین کی تربیت خصوصی اہمیت کے ساتھ ہو سکے، آنحضرت ﷺ کی اس سنت کی پیروی میں ہر دور کے علماء اور بزرگان دین نے بھی اپنے وعظ و خطاب اور تصنیف و تالیف میں خواتین کی اس خصوصی اہمیت کو ملحوظ رکھا......" (تحفہ خواتین ص ۱۹)

حضرت عثمانی صاحب کے ایک ایک لفظ پر آپ پھر سے نگاہ ڈالیے، اندازہ ہوگا کہ اسلام میں خواتین کی تعلیم جو بالآخر "پوری قوم کی تعلیم و تربیت" کا ذریعہ ہے کی کتنی بڑی اہمیت ہے اور حضرت معلم انسانیت ﷺ نے اس کی اس اہمیت کو کس قدر ملحوظ رکھا! اس کے لیے ملاحظہ ہو صحیح بخاری، كتاب العلم، باب عظة الامام النساء و تعليمهن۔ اور صحیح مسلم، كتاب صلاة العيدين، و كتاب البر والصلة۔

نیز حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلندی شہریؒ اس سلسلے میں یوں رقم طراز ہیں:

"دین کا علم و عمل جب مردوں اور عورتوں دونوں ہی فریق کے لیے ہے اور دین کا سیکھنا اور سکھانا سب کی ذمہ داری ہے، تو اپنے اس فریضے کو ادا کرنے کے لیے ہر مرد و عورت کو کوشاں رہنا ازبس ضروری ہے۔

قرن اول کی عورتوں نے دین کو پھیلانے اور دین کا چرچہ کرنے میں بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں، تاریخ کی گواہی ہے کہ سب سے پہلے دین اسلام قبول کرنے والی شخصیت عورت ہی کی تھی (حضرت خدیجہؓ)۔ اور سب سے پہلے جس نے اسلام کے قبول کرنے کی سزا میں جام شہادت نوش کیا وہ بھی عورت ہی تھی (حضرت سمیہؓ ام عمارؓ) یہ بھی مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمر کے اسلام قبول کرنے کا باعث ان کی بہن حضرت فاطمہؓ تھیں اور یہ بھی سیرت و تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے کہ جب ہجرت کا سلسلہ شروع ہوا تو جہاں اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے مردوں نے ہجرت کی تو عورتیں بھی ساتھ تھیں، پھر ان پاکیزہ خواتین نے جہادوں میں بھی حصے لیے اور دین کو سربلند دیکھنے کے لیے اپنے شوہروں اور بچوں کو جنگ کے میدانوں میں خوشی خوشی بھیجا کرتی تھیں، بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ بعض عورتوں نے اپنے شوہر کو جہاد کے لیے اُکسا کر اور طعنے دے کر میدان کارزار کے لیے روانہ کیا۔

کیا آج کل کی عورتیں اسلام کا دم نہیں بھرتی ہیں؟ کیا ان کو اسلام سے نسبت اور تعلق نہیں ہے؟ کیا ان کو حضور سرور کائنات ﷺ کی امت ہونے کا دعوی نہیں ہے؟ اگر دعویٰ ہے اور ضرور ہے، تو پھر اسلام کے سیکھنے سکھانے اور اپنے فرائض کو پہچان کر عمل پیرا ہونے کے لیے کیوں حرکت نہیں کرتی ہیں؟؟؟

...... مسلمان عورتوں کی گود میں سالانہ ہزاروں بچے پرورش پاتے ہیں، مگر (افسوس) ان بچوں کو نہ دین سکھایا جاتا ہے، نہ دین کے لیے بہادری پر ان کو اُبھارا جاتا ہے (جس کا نتیجہ ظاہر ہے کیا ہوگا؟)......یوں تو

پورے ہی معاشرے کی اصلاح کی ضرورت ہے، لیکن خصوصیت کے ساتھ اصلاح نسواں پر زیادہ توجہ دینا ضروری ہے، کیونکہ ہر بچے کا سب سے پہلا مدرسہ ماں کی گود ہے، ماں صحیح مسلمان ہوگی تو بچے کو بھی اسلام سکھائے گی اور اسلام کے احکام و آداب کی تعلیم دے گی۔" (از: "تحفۂ خواتین باختصار"، ص ۲۵۔۲۶۔۲۷)

مذکورہ بالا اقتباس کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کی ترویج و اشاعت اور دینی مزاج و مذاق اپنانے میں خواتین کے کردار کی اہمیت روز روشن کی طرح واضح نظر آرہی ہے۔ دیکھیے حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ نے تو بچیوں کی تعلیم و تربیت کو "واجب" قرار دیا ہے فرماتے ہیں:

"...... تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ مردوں میں علماء کا پایا جانا مستورات کی ضروریات دینیہ کے لیے کافی وافی نہیں ہے، دو وجہ سے: اولاً: پردے کے سبب، کہ وہ بھی اہم الوجبات ہے، تو سب عورتوں کا علماء کے پاس جانا قریباً ناممکن ہے اور گھر کے مردوں کو اگر واسطہ بنایا جائے تو بعض مستورات کو تو گھر میں ایسے مرد بھی میسر نہیں ہوتے اور بعض جگہ خود مردوں ہی کو اپنے دین کا بھی اہتمام نہیں ہوتا، تو وہ دوسروں کے لیے سوال کرنے کا کیا اہتمام کریں گے۔ بس ایسی عورتوں کو دین کی تحقیق از بس دشوار ہے اور اگر اتفاق سے کسی کی رسائی بھی ہوگی، یا کسی کے گھر میں باپ، بھائی، بیٹا وغیرہ عالم ہیں تب بھی بعض مسائل عورتیں ان مردوں سے نہیں پوچھ سکتیں، ایسی بے تکلفی شوہر سے ہوتی ہے، تو سب کے شوہروں کا ایسا ہونا عادۃً ناممکن ہے، تو ان کی عام احتیاج رفع ہونے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ کچھ عورتیں پڑھی ہوئی ہوں اور عام مستورات ان سے اپنے دین کی ہر قسم کی تحقیقات کیا کریں، پس کچھ عورتوں کو بطریق متعارف تعلیم دینا "واجب" ہوا"۔ ("اصلاح انقلاب امت"۔ ص ۲۶۵)

مدارس بنات کی اہمیت مذکورہ ارشادات کی روشنی میں کسی پر مخفی نہیں رہنی چاہیے، مگر پھر بھی کچھ حضرات وفاق کی مرکزی قیادت اور علاقائی نمائندوں سے مدارس بنات کے متعلق چہ میگوئیاں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے حضرات کے لیے کو مندرجہ ذیل گذارشات پیش خدمت ہیں:

۱۔ وفاق سے ملحقہ مدارس بنات پر آج کل ایک اعتراض زور و شور کے ساتھ تو یہ کیا جاتا ہے کہ امتحانات میں ان کی نگرانی کیسے کی جائے؟ کیونکہ موجودہ صورت حال میں تجربے سے ثابت ہے کہ انتہائی کوششوں کے باوجود بھی نقل کی شکایات مل جاتی ہیں۔

اس کے دو جواب ہیں۔ اولاً: نقل کی شکایات کا کسی نہ کسی طرح پایا جانا پریشان کن نہیں، اس لیے کہ اس کا بالکل خاتمہ ناممکن ہے کم سے کم کاوشیں تو حصول نقل کی رہتی ہی ہیں اور پھر تجربے سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ سال بہ سال تدریجاً بہتری آرہی ہے۔ ثانیاً: بنات کے مراکز امتحانات میں مناسب نگران عملہ کا فقدان تھا، کیونکہ عالمیہ بنات کی سندیافتہ خواتین کی شدید قلت تھی اور اگر کہیں کہیں پائی بھی جاتی تھیں، تو وہ بھی سرکردہ مستند اداروں کی پڑھی ہوئی نہیں ہوتی تھیں، لیکن اب یہ مشکل اس لیے ختم ہوتی نظر آرہی ہے کہ ایک تو سندیافتہ خواتین بکثرت پائی جانی لگی ہیں اور پھر ملک کے طول و عرض میں قابل اعتماد دینی اداروں نے بنات کی کلاسیں شروع کرادی ہیں۔ جس سے معتمد عملے کا دستیاب ہونا قدرے آسان ہو گیا ہے اور آیندہ سالوں میں اس میں مزید بہتری کی امید ہے۔

۲۔ عام طور پر یہ سننے میں آرہا ہے کہ پڑھی ہوئی تو چار کلاسیں ہیں اور نام ہے عالمہ فاضلہ۔ رشتے کی بات ہو یا کہیں تعارف ہو رہا ہو تو فلانی عالمہ فاضلہ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔

یہ بات بھی اس لیے اہم نہیں ہے کہ عالمہ کا مقررہ کورس جب پڑھا جا چکا تو انھیں عالمہ فاضلہ کا نام دینے میں کیا حرج ہے۔ رہی، بات کہ انہیں آتا جاتا بھی تو کچھ نہیں، تو یہ تو اہل علم خوب جانتے ہیں کہ یہ کورسز استعداد پیدا کرنے کے لیے ہوتے ہیں کہ ان کے پڑھ چکے کے بعد اگر کوئی اپنے فن میں ماہر بننا چاہے تو ہو سکتا ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اِدھر پڑھا اُدھر عالم حاذق، شیخ کامل یا ماہر فن بن گیا۔ بلکہ اس

حوالے سے تو مشائخ فرماتے ہیں کہ عالم بننے کی ابتدا سند حاصل کرنے سے ہوتی ہے۔

اور یہ بات بھی ہے کہ عالمات فاضلات کا جدید نظام چل پڑا ہے، اس کی قلت عمر کی وجہ سے یہ اب تک اپنے جوبن تک نہیں پہنچا ہے، اس لیے بھی کچھ خامیاں نظر آتی ہیں۔ آگے چل کر اس میں عمدگی آہی جائے گی۔

اُدھر ایک نقص ہمارے معترضین میں بھی ہے کہ وہ عالمہ اور عالم کا تقابل کرا کے دونوں کو ایک مقام دینے کی کوشش کرتے ہیں، اور جب خواتین اس پر پوری نہیں اتر سکتیں تو اعتراضات کی بوچھاڑ...... حالانکہ یہ بات صریح البطلان اس واسطے ہے کہ خواتین مردوں کے برابر تو تب بھی نہیں ہو سکتیں جب وہ درس نظامی کا پورا نصاب پڑھ لیں، چہ جائیکہ مختصر نصاب پڑھ لینے سے وہ اس مقام پر آجائیں۔

۳۔ مدارس بنات کے اندر اور وفاق کے امتحانی عمل میں خواتین کے انتظامی امور کے نقص کو اگر مورد اعتراض ٹھہرایا جائے تو یہ بھی خاص بات اس لیے نہیں کہ اچھے سے اچھے نظم و نسق اور بہتر سے بہتر کارکردگی کے لیے جدوجہد جاری رہنی چاہیے۔ اللہ جل شانہ کا وعدہ ہے کہ وہ کسی کی کوشش رائیگاں نہیں جانے دیں گے تو اس میں بھی کامیابی بشرطیکہ اخلاص وللّٰہیت ہو، ہو ہی جائیگی۔ ویسے ملک میں بنات کے بعض مدارس کا انتظام وانصرام اور بعض معلمات کا وفاق کا امتحانی نظم و نسق رفتہ رفتہ مثالی اور قابل تقلید بنتا جارہا ہے اس لیے سب کو ایک ہی نگاہ سے دیکھنا صحیح نہیں ہوگا۔

۴۔ مدارس بنات کے مدرسین کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اکثر و بیشتر اس مستوی و معیار پر پورے نہیں اترتے جس پر انہیں ہونا چاہیے، بالخصوص ان میں وہ اساتذۂ کرام مورد الزام ٹھہرتے ہیں جن سے عالمیہ بنات کے اسباق منسوب ہوتے ہیں۔

اس بارے میں بھی حقیقت یہ ہے کہ کچھ تو غلو سے کام لیا جاتا ہے اور کچھ کے متعلق اس بات کو اگر صحیح بھی مان بھی لیا جائے تو اس میں بھی معترضین حضرات کو ایک مغالطہ ہوتا ہے اور وہ یہ کہ مدارس بنات (جن میں اب تک صحیح معنوں میں پختگی و بلوغ کا عنصر ناپید ہے) کے اساتذۂ عالمیہ کا مقابلہ و موازنہ مدارس عالمیہ بنین (جو برسہابرس سے میدان عمل میں ہیں) کے اساتذہ کرام سے کرایا جاتا ہے، جب کہ عالمیہ بنین میں مکمل صحاح ستہ کے علاوہ مؤطین و شرح معانی الآثار جیسی کتب پڑھائی جاتی ہیں، جس کے لیے اچھے خاصے مستعد مدرس کی ضرورت ہوتی ہے، جبکہ عالمیہ بنات کا نصاب اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہاں تو صرف برکت کے لیے بعض کتب کے منتخب ابواب پڑھائے جاتے ہیں اور اگر اسے بھی تسلیم کیا جائے کہ نہیں صاحب، دونوں میں یکساں استعداد کے مدرسین ہونے چاہییں تو پھر بھی یہ بات قابل غور ہے کہ ہر جگہ شیخ الحدیث حضرت صدر وفاق صاحب، حضرت مفتی شامزی صاحب، حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب اور حضرت مولانا حسن جان صاحب تھوڑا ہی میسر ہیں؟

نیز اس قسم کے اعتراض کرنے والے لوگ مدرسین عالمیہ بنات کو مشائخ حدیث تصور کر کے اعتراض کرتے ہیں حالانکہ وہ شیخ الحدیث نہیں کہلاتے (اگرچہ وہ صحیح بخاری کا کچھ حصہ ہی کیوں نہ پڑھاتے ہوں) کیونکہ شیخ کے لیے ماہر فی الفن ہونا ضروری ہے جس کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ لہٰذا ایسے حضرات اساتذہ کو زیادہ سے زیادہ استاذ حدیث کہا جاسکتا ہے۔ تو استاذ حدیث تو زاد الطالبین اور ریاض الصالحین پڑھانے والا بھی کہلا سکتا ہے، جبکہ ہمارے یہاں ایسے اساتذہ قریباً اکثر ہی مبتدئین ہوا کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اُن اساتذہ حدیث کا موازنہ ان مبتدئین سے کرایا جائے نہ کہ مشائخ حدیث سے۔ اس سے اس قسم کے اشکالات خود ہی رفع ہو جائیں گے۔ اس تفصیل کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بعض حضرات ایسے اعتراض بعض مدارس کے متعلق ذاتی رنجشوں کی وجہ سے بھی کرتے ہیں، حقائق کی بنیاد پر نہیں جو نہایت نامناسب ہے:

۵۔ اخلاقی کمزوریوں کا تذکرہ ہوا کرتا ہے تو اس میں دو باتیں ہیں (الف) معلمات میں اگر ایسی کمزوریوں کو دیکھا جائے اور تتبع کیا جائے تو اس سے تو مدارس بنین بھی خالی نہیں، یہ اور بات ہے کہ ہمارے مدارس بنین و بنات بالعموم عصری تعلیم گاہوں کے مقابلے میں عافیت گاہیں ہیں۔ لیکن کم سے کم بشری تقاضوں کے مطابق اگر ایسی کمزوریاں ہمارے مدارس میں ہیں، تو بنات و بنین کا کیا امتیاز ہے؟ لہٰذا پھر جو

اعتراض بنات پر ہو سکتا ہے وہی بنین پر بھی۔ حالانکہ وہ ایسی کمزوریاں ہیں جنہیں ہمارے اکابر و مشائخ درگذر فرماتے رہتے ہیں اور ان پر چشم پوشی کرتے ہوئے ان کو اپنے رستے کا سنگ گراں نہیں گردانتے۔ (ب) اور اگر یہ کمزوریاں منتظمین مدارس بنات سے متعلق ہیں جیسا کہ کچھ شکایات آتی رہی ہیں، جن کے متعلق علاقے کے عام مسلمان، یا پھر درون مدرسہ کچھ اساتذہ وفاق سے رابطہ کر کے درخواستوں پر درخواستیں پیش فرماتے ہیں کہ اس طرح کی کارروائی کی جائے اور اس طرح کی کی جائے۔

ایسے اعتراضات کو لے کر دیکھا جاسکتا ہے کہ آیا انتظامی خلل وفاق کے معاملات میں ہے؟ یا پھر وفاق سے معاملات بے باق ہیں، البتہ اندرونی کچھ خامیاں ہیں۔ ایسی صورت میں اگر اول الذکر مسئلہ ہے تو اس میں ان معترضین کی شکایات کی ضرورت ہی نہیں، وفاق خود اپنے معاملات پر کڑی نگاہ رکھتا ہے، لیکن بہر حال ایسے اعتراضات کا دور کرنا ان پر متنبہ کرنا وفاق کا فرض بنتا ہے، جو وہ ادا بھی کرتا ہے اور آئندہ بھی ان شاءاللہ اسی فلسفے پر کار فرما رہے گا۔ اور اگر ان اعتراضات کا تعلق وفاق کے امتحانی ارتباط سے ہٹ کر اخلاقی کمزوریوں کا ہے، یا پھر خورد برد کا ہے، یا اساتذہ و عملہ کی تعیین و برخاست کا ہے تو یہ معاملات مدارس کے ذاتی معاملات ہیں۔ وفاق ان میں مداخلت نہیں کر سکتا اور اگر کر بھی سکتا ہے تو نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وفاق پر امتحانی بوجھ اور ملکی و بین الاقوامی دفاع مدارس کی ذمہ داریوں کے علاوہ وفاق کی مختلف کمیٹیوں کو مفوضہ امور اتنے ہیں کہ وفاق وہی بحسن خوبی انجام دے تو یہ بھی بڑی غنیمت ہے۔

۶۔ "وقرن فی بیوتکن، ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى" سے استدلال کر کے کچھ حضرات قرار فی البیوت پر زور دیتے ہیں تو اس حوالے سے ایک بات یہ ہے کہ قرار فی البیوت واجب ہے اور تبرج جاہلیت اولی ممنوع ہے۔ یعنی شرعی لحاظ سے یہ قضیہ مانعۃ الخلو ہے۔ ا۔ دونوں کا جمع شریعت میں ممکن ہے: یعنی قرار ہو اور تبرج نہ ہو۔ ۲۔ دونوں کا انخلاء شریعت میں بالکل ناممکن (ناجائز) ہے: یعنی قرار فی البیوت نہ ہونے کے ساتھ تبرج جاہلیت اولی بھی ہو۔ ۳۔ قرار نہیں ہے لیکن تبرج بھی نہیں ہے۔ اس کا امکان شریعت میں ہے مثلاً حاجات ضروریہ کے لیے جانا۔ ۴۔ قرار ہے لیکن تبرج بھی ہے اس کا امکان بھی خاص صورتوں میں ممکن ہے، لہٰذا صرف قرار فی البیوت کو لے کر استدلال کرنا اس لیے صحیح نہیں کہ اس سے حرج عظیم لاحق ہونے کا خطرہ ہے، جبکہ دین میں اللہ جل شانہ نے حرج کی گنجائش کو رد فرمایا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ عصر حاضر کی نظریاتی جنگ "الغزو الفکری" میں عالمی سطح پر امت مسلمہ حالت اضطرار میں ہے۔ اس جنگ میں صرف مرد حصہ لے کر اسے جیت نہیں سکیں گے۔ اس میں امۃ کو اپنے جوان، بوڑھے، بچے، خواتین، دیسی، پردیسی غرض کل افراد کو اپنی اپنی استطاعت کے مطابق جھونکنا ہوگا، تو تب کہیں جاکر اس میں کامیابی کے امکانات ہو سکتے ہیں اور ملحوظ خاطر رہے کہ اس جنگ کا اسلحہ تعلیم ہے جو آگے جاکر میڈیا وار اور جدید ٹیکنالوجی پھر منتج ہے جن میں سے ہر دو کا ہمارے پاس ذرہ برابر بھی توڑ نہیں۔ (وهو الاظهر کا لشمس فی نصف النهار)۔ حالانکہ حق سبحانہ و تقدس کا ارشاد "واعدوا لهم......" اولاً حتی الوسع تیاری کے حوالے سے ظاہر باہر ہے، جو ثانیاً جاکر إرهاب الاعداء کا سبب ہو، تو کیا بدقسمتی سے امت آج کل کئی جگہ اس کے برعکس عمل پیرا نہیں؟؟؟ غرض کا منشا یہ تھا کہ بنات اور مدارس بنات کا تعلق تعلیم سے ہے اور تعلیم ہی اسلحہ ہے اور امۃ حالت جنگ کی اضطراری کیفیت میں ہے۔ نتیجہ صاف ظاہر ہونا چاہیے۔ اور مدارس بنین پر تو یہود و ہنود و منافقین کی یلغار ہے ہی، تو کیا ہم بنات کے حوالے سے گومگو کا شکار ہو کر انہیں بھی محدود کریں؟؟؟

معترضین میں سے اہل علم کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ "سورۃ عبس" کے سبب نزول پر بھی نگاہ فرمائیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ امۃ کے وہ افراد (بنات) جو تزکی و تذکر کے خواہاں ہیں، انہیں ہم بظاہر ہی سہی نظر انداز کر رہے ہوں۔ جس پر تنبیہ کے بعد جناب سرور کائنات ﷺ، حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کی یوں خوش آمدید فرماتے تھے: "(مرحباً بالذی عاتبنی فیه ربی) او کمال قال ﷺ"۔

۳ اگست ۲۰۰۰ء کو "دینی مدارس، درپیش چیلنجز" کے عنوان سے انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز کے تحت ایک مجلس مذاکرہ منعقد ہوا جس میں دیگر اہل علم و دانش کے علاوہ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب بھی مدعو تھے، آخر میں اس مذاکرے کے حوالے سے مولاناً مندرجہ ذیل اقتباس پیش خدمت ہے، جس سے عصر حاضر میں دینی مدارس بالعموم اور مدارس بنات بالخصوص کی طرف رجحان و میلان کا اندازہ

کیا جاسکتا ہے۔ فرماتے ہیں:

"مجلس مذاکرہ میں دینی مدارس کے دائرہ میں وسعت اور پھیلاؤ کا بھی ذکر کیا گیا، کہ مختلف اطراف سے مخالفت کے باوجود دینی مدارس کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور طلبہ و طالبات کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ایک مقرر نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ ریاستی نظام تعلیم اپنے مقاصد کے حوالہ سے ناکام ہو چکا ہے، کیونکہ لاکھوں ڈگری یافتہ ادارے بے روزگاری کا شکار ہیں۔ اس لیے اب نوجوان ادھر سے مایوس ہو کر دینی تعلیم کی طرف آرہے ہیں تاکہ اگر دنیا کا فائدہ نہ ہو تو کم از کم دین تو ہاتھ میں رہے۔ انھوں نے کہا کہ خود ان کی زیر نگرانی ایک ہائی اسکول سے گذشتہ سال بیس طالبات نے میٹرک پاس کیا، جن میں سے پانچ طالبات کالج میں گئیں، جبکہ باقی پندرہ طالبات نے مزید تعلیم کے لیے دینی مدارس کو ترجیح دی۔"

("دینی مدارس کی مثالی خدمات" ص ۴۵)

اس سے دینی مدارس خاص کر مدارس بنات کی طرف بھرپور رجوع کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

چھوٹا منہ بڑی کی جسارت ہے لیکن میں بصد ادب و ہزار احترامات اکابر وفاق کی خدمت میں عرض کروں گا کہ بنات کے لیے بنین ہی کا نصاب مقرر فرما کر ان کے معیار تعلیم کو خوب سے خوب تر بنایا جائے، نیز اس کام کے فریم ورک کو وسعت دیکر اسے مزید عمدہ بنایا جائے تو گھر گھر ایکٹروں، موسیقاروں، فلموں اور ڈائجسٹوں کے بجائے انبیاء کرام، بزرگان دین، مشائخ عظام اور علوم دینیہ، اصطلاحات عربیہ، تاریخ اسلامی، اسلامی کتب، رسائل و مجلات کا غلغلہ ہوگا تاکہ درون خانہ اور ملکی سطح پر اس نظریاتی جنگ کے میدان کارزار میں بنات اور عالمی سطح پر اس میں بنین بر سرپیکار رہیں یوں اقبال کے آیندہ شعر میں اگر لفظ "غریبوں" کی جگہ "عورتوں" پڑھا جائے تو شاید بے جا نہ ہو:

گرماؤ غریبوں کا لہو سوز یقیں سے
کنجشکِ فرومایہ کو شاہیں سے لڑادو

وفاق سے ملحقہ مدارس وجامعات سے گذارش

سہ ماہی "وفاق المدارس" چونکہ وفاق المدارس کا ترجمان ونقیب ہے، اس لیے وفاق سے ملحقہ ملک کے تمام مدارس وجامعات میں ارسال کیا جاتا ہے اور انہیں اس کی خریداری کا پابند بنایا گیا ہے۔ جس کا سالانہ بدل اشتراک -/100 روپیہ ہے جبکہ فی شمارہ 25 روپے ہے۔ لیکن بعض ادارے اس کے بدل اشتراک میں نادانستہ تاخیر کرتے ہیں، اس لیے متعلقہ اداروں سے گذارش ہے کہ سالانہ چندۂ وفاق کے ساتھ ہمیشہ کے لیے -/100 روپیہ برائے سہ ماہی "وفاق المدارس" ضرور ارسال فرمایا کریں۔ جن اداروں نے اب تک یہ رقم ارسال نہیں کی ازراہ کرم وہ رقم ارسال فرمادیں۔ (ادارہ)